۳۸

مسنون خطبہ جمعہ

(فرمودہ ۲۰/ جنوری ۱۹۲۸ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے درج ذیل مسنون خطبہ جمعہ پڑھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ عِبَادَاللّٰهِ۔ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ اُذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔

اس کے بعد فرمایا جمعہ کی نماز کا وہ خطبہ جو کہ دوسرے حصہ میں پڑھا جاتا ہے وہ بھی درحقیقت ایک حصہ ہی ہے خطبہ جمعہ کا لیکن اب وہ محض رسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ وہ عربی میں ہے اور مسلمان عام طور پر عربی سے ناواقف ہو گئے ہیں اس لئے اس کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ٹونے اور جادو کی رسوم میں سے ایک رسم ہے۔ حالانکہ وہ رسم نہیں ہے بلکہ اپنے اندر بہت بڑی حقیقت رکھتا ہے اور اس کو سنت کے طور پر رسول کریم ﷺ کا متواتر پڑھنا بتاتا ہے کہ وہ جمعہ کے ساتھ خاص خصوصیت رکھتا ہے ورنہ ہر جمعہ میں اس کو دہرانے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک حصہ خطبہ جمعہ کا تو ایسا ہے جو بدلتا رہتا ہے مگر ایک وہ ہے جو رسول کریم ﷺ کی سنت اور طریق ہے کہ اسے آپ بار بار دہراتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور اس حصہ خطبہ کا جمعہ کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ اور آج میں اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں کیونکہ بوجہ عربی میں اس خطبہ کے ہونے کے شاید بہت سے لوگ اس کے مضامین اور

مطالب سے غافل ہوں۔

اس حصہ خطبہ کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں' اس سے مدد مانگتے ہیں' اس سے اپنی غلطیوں پر چشم پوشی کی استدعا کرتے ہیں' اس کے وعدہ' اس کی نصرت' اس کی مدد' اس کی استعانت اور اس کی بخشش پر یقین رکھتے ہیں۔ اور پھر وہ یقین اتنا ترقی کر جاتا ہے کہ ہم اپنے کاموں کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہو جاتے ہیں۔ یا یہ کہو کہ حقیقی طور پر واقف ہو جاتے ہیں اور پورے طور پر سمجھ لیتے ہیں کہ ہمارے کاموں کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔

ہماری تمام تدابیر ایک مردہ چیز سے زیادہ نہیں بلکہ مردہ بھی نہ کہو وہ ہماری آزمائش کے لئے ہیں اور بالکل اسی طرح ہوتی ہیں جس طرح بعض سوار خصوصاً کشمیریوں کو میں نے دیکھا ہے کہ گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے لاتیں مارتے جاتے ہیں۔ وہ اس کا نام گھوڑے کے لئے کوڑا قرار دیتے ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ ان کو عادت ہو گئی ہے۔ ہمارے ملک میں تو گھوڑے پر چڑھنے والے کسی کسی وقت جب گھوڑا سست ہو لاتیں مارتے ہیں مگر کشمیر میں عادت ہو گئی ہے۔ بچہ باپ کو دیکھتا چلا آرہا ہے اور اس طرح یہ عادت سی پڑ گئی ہے کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بلا ضرورت لاتیں ہلاتے رہتے ہیں۔ اب اگر کوئی یہ خیال کرے کہ گھوڑا نہیں دوڑتا بلکہ سوار اپنی ٹانگوں کے ذریعے دوڑا رہا ہے تو یہ اس کی غلطی ہوگی۔ اسی طرح مؤمن کا ایمان اتنی ترقی کر جاتا ہے کہ وہ سمجھ لیتا ہے میری کوششیں تو ایسی ہیں جیسے ایک کشمیری سوار لاتیں مارتا ہے میرے کاموں میں میری تدابیر کو کوئی دخل نہیں ہے یہ حقیقی توکل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مؤمن کام چھوڑ دیتا ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے تو پوری کوشش کرتا ہے مگر اپنی کوششوں کو کامیابی کا ذریعہ نہیں سمجھتا۔ وہ یقین کرتا ہے کہ مجھے جو تدبیر کے لئے کہا گیا ہے یہ میرا امتحان ہے اور آزمائش ہے تاکہ دیکھا جائے کہ میں تدبیر کے ساتھ حقیقت کو تو نہیں بھول جاتا جیسے بچہ حقیقت کو بھول جاتا ہے۔ بچہ کو ماں باپ یا کوئی اور رشتہ دار جب گردن پر اٹھا کر کہتے ہیں کہ تُو اونچا ہو گیا تو بچہ چونکہ نادان ہوتا ہے اس لئے سمجھنے لگ جاتا ہے کہ فی الواقعہ وہ اونچا ہو گیا ہے۔ اس کی شکل اس کی بات چیت اور اس کی مسرت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اونچا یقین کر رہا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح انسان کے اعمال کی حقیقت ہوتی ہے مگر وہ اعمال نہیں جو گرانے والے ہوتے ہیں۔ دیکھو بچہ کو ماں باپ اونچا تو کرتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ اس کا

قد چھوٹا بھی کر دیں۔ پس اس مثال سے کوئی یہ نہ سمجھے برے افعال بھی اسی طرح ہوتے ہیں۔ اعمال بد کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ٹھوکریں کھانا اور ٹھوکریں کھانے کے لئے مدد کی ضرورت نہیں ہؤا کرتی ضرورت بلند ہونے کے لئے ہوتی ہے۔ پس توکل کا یہ مقام ہے کہ تدابیر کچھ نہیں کر سکتیں جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے۔

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ باتیں جو اس خطبہ میں بیان کی گئی ہیں یہ اتحاد جماعت کے ساتھ کس طرح تعلق رکھتی ہیں۔ جس قدر اعتراض اور جھگڑے کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں وہ ایک دوسرے کے ساتھ ملنے اور ایک جگہ جمع ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر ایک آدمی الگ کوٹھڑی میں بیٹھا رہے تو اس نے کس سے لڑنا ہے۔ ایک دوسرے سے ملنے پر عیب چینی کی جاتی ہے' لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور جس طرح عیب گیری اور ظلم وفساد ایک دوسرے کے ساتھ ملنے سے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح شرک بھی ملنے سے پیدا ہوتا ہے۔

دوسروں پر اتکال انسان اسی وقت کر سکتا ہے جبکہ دوسرے اس کے سامنے موجود ہوں اگر کوئی پاس ہی نہ ہو تو اتکال کہاں سے پیدا ہوگا۔ تو ہمیشہ ملاقات کے نتیجہ میں انسان میں شرک بھی پیدا ہوتا ہے اور نَسْتَعِیْنُہٗ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

پھر عیب جوئی کے بعد انسان خود گناہوں میں مبتلاء ہو جاتا ہے اور گناہ بھی اشتراک اور اجتماع میں ہی ہوتا ہے۔ گناہ کیا ہے؟ یہی کہ کسی کا حق لینا اور کسی کا حق نہ دینا اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب دوسرے لوگوں کے ساتھ انسان ملے ان کے اجتماع میں رہے۔ پھر گناہ کے نتیجہ میں انسان کا تعلق خدا تعالیٰ سے ٹوٹتا ہے۔ جتنا کوئی گناہوں میں مبتلاء ہوتا جاتا ہے اتنا ہی خدا سے دور ہوتا جاتا ہے ایک وقت تو انسان بندوں کی عیب چینی کرتا ہے مگر بعض دفعہ بندوں کو ہی خدا سمجھ کر ان سے ہی مدد مانگنے لگتا ہے اس کا سہارا خدا تعالیٰ پر نہیں رہتا۔ ان تمام باتوں سے بچنے کے لئے وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ میں اشارہ ہے۔

پھر انسان کے نفس کے اندر ایسا مادہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگ جاتا ہے۔ پہلے جو کچھ بیان کیا یہ تو افعال ہیں ان کے بعد بدی کی طرف میلان پیدا ہو جاتا ہے۔ گناہ آپ ہی آپ سرزد ہوتے چلے جاتے ہیں یہ شرور نفس کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے نفس کو پاک بنایا ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے متعدد بار بیان فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کے نفس کو پاک بنایا۔ پس چونکہ انسان کا نفس بالکل پاک ہوتا ہے اس لئے شروع میں بدی اس میں باہر

سے آتی ہے پھر آہستہ آہستہ بدی کی عادت پڑ جاتی ہے اس کے بعد بدی نفس سے پیدا ہونے لگ جاتی ہے۔

ان تمام باتوں کا علاج اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے ہی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے جو لوگ تعلق پیدا کر لیتے ہیں انہیں یہ ساری باتیں نظر آنے لگ جاتی ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں الحمدللہ بے عیب ذات خدا تعالیٰ ہی کی ہے جس طرح کسی اور میں عیب ہیں اسی طرح ہم میں بھی ہیں پھر کسی کی عیب چینی کیوں کریں۔ حضرت مسیحؑ نے کیا سچ فرمایا ہے دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آجاتا ہے مگر اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ یہی حال عیب چین کا ہوتا ہے اسے اپنا کوئی عیب نظر نہیں آتا مگر دوسروں کے عیب نظر آتے ہیں۔ اور نہ صرف عیب نظر آتے بلکہ خواہ مخواہ دوسروں کی طرف عیب منسوب کرنے لگ جاتا ہے اور ہر بات میں عیب نکالتا ہے۔ کسی کو کچھ کھاتے دیکھا تو کہہ دیا اس نے چوری کی ہوگی۔ اگر کسی نے غلطی سے کوئی بات کہہ دی تو کہہ دیا اس نے جھوٹ بولا ہے غرض اس میں عیب چینی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے متعلق ہدایت یہ ہے کہ انسان سمجھے بے عیب خدا ہی ہے انسانوں میں کمزوریاں ہوتی ہیں مجھ میں بھی ہیں اس لئے مجھے کسی اور کی عیب چینی نہیں کرنی چاہئے۔

پھر شرک اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ انسان دوسروں پر بھروسہ رکھتا ہے اور ان سے مدد کا طالب ہوتا ہے۔ اس کے متعلق ہدایت یہ ہے کہ وہ سمجھے خدا ہی مدد دے سکتا ہے اس کے سوا اور کوئی مدد نہیں دے سکتا۔ نَسْتَعِیْنُہٗ اس سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ ہی کی ہدایت سے انسان بخشش پا سکتا ہے ورنہ ایسے ایسے مخفی گڑھے ہوتے ہیں کہ انسان ان میں گر جائے تو کبھی نکل نہ سکے اس لئے فرمایا نَسْتَغْفِرُہٗ خدا ہی سے بخشش مانگتے ہیں۔ پھر اللہ ہی کے فضل سے ایمان نصیب ہو سکتا ہے۔ اگر خدا کی طرف سے وحی نہ آئے تو کیا انسان ہدایت پا سکتا ہے۔ اس کے متعلق فرمایا۔ نُؤْمِنُ بِہٖ ہم خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر توکل بھی خدا ہی کی طرف سے حاصل ہوتا ہے۔ بندہ تو اتنا کمزور ہے کہ وہ اپنا سہارا آپ نہیں لے سکتا۔ خدا ہی اسے سہارا دیتا ہے تب وہ قائم رہ سکتا ہے اس لئے فرمایا۔ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ۔ ہم خدا تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔

جن لوگوں کو اتنی باتیں حاصل ہو جاتی ہیں پھر انہیں کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں زبردستی ہدایت دیتا ہے بلکہ یہ ہے کہ جن کو یہ پانچوں باتیں یعنی حمد،

استعانت، استغفار، ایمان اور توکل حاصل ہو جاتا ہے ان کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جن کو یہ باتیں نصیب نہ ہوں وہ ہدایت نہیں پا سکتے۔ یہی مطلب ہے۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ کا۔ بات یہ ہے کہ جن کو یہ معلوم نہیں کہ تمام عیبوں سے پاک خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے وہ دوسروں کی عیب چینی سے کس طرح باز رہ سکتے ہیں۔ یا جن کو یہ معلوم نہ ہو کہ حقیقی مدد خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے مل سکتی ہے وہ شرک سے کس طرح بچ سکتے ہیں۔ یا جن کو اپنے گناہوں کا پتہ نہ ہو وہ استغفار کس طرح کر سکتے ہیں۔ یا جن کو یہ پتہ نہ ہو کہ ایمان خدا تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ لایا جا سکتا ہے وہ کس طرح وحی کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ یا جن کو یہ معلوم نہ ہو کہ توکل خدا ہی کی ذات پر کیا جا سکتا ہے وہ کس طرح حقیقی توکل کو سمجھ سکتے ہیں۔

یہ امور بیان کرنے کے بعد وہ ہدایت جو رسول کریم ﷺ نے اپنے الفاظ میں بیان کی تھی ایک آیت کے ذریعہ اسے بیان کیا ہے۔ پہلے تو یہ بتایا تھا کہ جب لوگ جمع ہوتے ہیں تو جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر بتایا جب یہ پانچ باتیں کسی میں پیدا ہو جائیں تو اجتماع میں وہ جھگڑے فساد سے بچ جاتا ہے۔

اب عملی حالت کے متعلق بتایا ہے کہ انسان کو چاہئے عدل واحسان اور اِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی کی عادت ڈالے۔ اور اس کے ساتھ فحشاء، منکر اور بغی سے رکے۔ یعنی ایسی باتیں جو اپنی ذات میں عیب ہوں یا ایسی باتیں جو لوگوں کو بھی عیب نظر آئیں یا ایسی باتیں جن میں لوگوں کے حقوق تلف ہوتے ہوں ان سے رکے۔

غرض جس انسان کے اندر یہ پانچ ایمانی اور چھ عملی حالتیں پیدا ہو جائیں اس سے پھر کسی قسم کا فساد سرزد نہیں ہو سکتا وہ جہاں جائے گا امن ہی قائم کرے گا۔ دیکھو۔ رسول کریم ﷺ میں یہ باتیں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں یہی وجہ ہے کہ آپ جہاں بھی جاتے امن قائم کر دیتے۔ اس وقت جب کہ ابھی آپؐ پر وحی ہونی شروع نہیں ہوئی تھی اہل مکہ خانہ کعبہ تعمیر کرنے لگے اور یہ سوال پیدا ہو گیا کہ حجر اسود اٹھا کر کون قبیلہ رکھے۔ چونکہ لڑاکے لوگ تھے اس وجہ سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آخر یہ فیصلہ ہؤا کہ جو شخص سب سے پہلے سامنے نظر آئے اس سے فیصلہ کرایا جائے اور رسول کریم ﷺ نظر آئے۔ آپؐ کو دیکھ کر سب امین امین پکار اٹھے کیونکہ اس نام سے آپؐ کو بعثت سے قبل پکارا جاتا تھا۔ آپؐ کے سامنے جب اس معاملہ کو رکھا گیا تو آپؐ نے فرمایا یہ معمولی بات ہے۔ آپ نے چادر منگائی اور پتھر کو اس پر رکھ دیا اور

پھر فرمایا سب قوموں کے لوگ چادر کے کنارے پکڑ لیں۔[۱]

تو وہ آدمی جو اپنے اندر یہ پانچ ایمانی اور چھ عملی حالتیں پیدا کر لیتا ہے وہ جہاں جاتا ہے لڑائی جھگڑے مٹاتا ہے۔ لڑائی وہی لوگ کرتے ہیں جن میں یہ حالتیں پیدا نہیں ہوتیں۔ وجہ یہ کہ لڑنے اور فساد کرنے والا اخلاق یا ایمان میں کمزور ہوتا ہے تبھی اس سے ایسی باتیں سرزد ہوتی ہیں۔

یہ وہ خطبہ ہے جو ہر جمعہ میں پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ جتنا اجتماع زیادہ ہو اسی قدر لڑائی جھگڑے کے سامان زیادہ جمع ہو جاتے ہیں اس لئے ان فسادات سے بچنے کے جو ذرائع ہیں وہ بھی استعمال کرنے چاہئیں۔ دیکھو جس آدمی کے گھر ایک شخص کھانا کھانے والا ہوتا ہے وہ ایک کے کھانے کا انتظام کرتا ہے۔ جس کے گھر دس آدمی ہوں وہ دس کے کھانے کی فکر رکھتا ہے۔ اسی طرح جب تھوڑا اجتماع ہو تو اتنی احتیاط کی ضرورت نہیں ہوتی جتنی زیادہ اجتماع کے وقت ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے جب تم اجتماع میں جاؤ تو سب سے پہلے اپنے نفس کو دیکھو کہ اس میں تو کوئی نقص نہیں۔ تم اپنے اندر حمد' استعانت' استغفار' ایمان اور توکل پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ پھر عدل احسان اور اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی پر عمل کرو۔ اور فحشاء' منکر اور بغی سے بچو۔ جب ایسا کرو گے تو کبھی فساد پیدا نہیں ہو گا کیونکہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی جب لوگ ان باتوں پر عمل کریں گے تو دین میں مضبوط ہوں گے اور لڑائی جھگڑا نہیں کریں گے۔ لڑائی فساد کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ ایمان میں کمزوری ہوتی ہے جس کا اظہار لڑائی جھگڑے کی صورت میں ہوتا ہے۔ ایک عارضی اور وقتی جھگڑا ہوتا ہے وہ اس میں شامل نہیں ہے۔ وہ تو خدا تعالیٰ کے نبیوں میں بھی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ میں ہو گیا تھا یہاں وہ لڑائی جھگڑا مراد ہے جس سے دلوں میں بغض اور کینہ پیدا ہو جائے۔ اختلاف طبائع اور بات ہوتی ہے یہ تو میاں بیوی' باپ بیٹے میں بھی پیدا ہو جاتا ہے مگر ایک سیکنڈ بھی نہیں گذرتا کہ آپس میں محبت کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ پس اسے لڑائی جھگڑا نہیں کہا جا سکتا ایسا جھگڑا تو بندہ اور خدا تعالیٰ میں بھی ہو جاتا ہے۔ اصل لڑائی جھگڑا یہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے متعلق بغض و کینہ پیدا ہو جائے اور ایک دوسرے کی شکل دیکھنا پسند نہ ہو۔ ایک دوسرے سے ملنا نہ چاہے۔ ایسی حالت میں ایک دوسرے کی نیکیاں بھی برائیاں معلوم ہونے لگتی ہیں۔ اگر ایک شخص چندہ دیتا ہے تو دوسرا سمجھتا ہے ریاکاری سے دے رہا ہے۔ اگر

نمازیں پڑھتا ہے تو کہتا ہے محض دکھاوے کی نمازیں پڑھتا ہے غرض ہر بات میں عیب گیری کرنا اور دل میں بغض و کینہ رکھنا یہ لڑائی ہے جو مؤمن نہیں کرتا کیونکہ مؤمن کا دل بغض اور کینہ کا حامل کبھی نہیں ہو سکتا۔ جب کسی کے دل میں کسی سے بغض پیدا ہو تو وہ خیال کرے کہ ضرور اس کے ایمان میں نقص آگیا ہے کیونکہ ناممکن ہے کہ بغض اور ایمان ایک جگہ جمع ہوں۔ یہ خطبہ ہے جس میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ جمعہ کے دن چونکہ لوگ جمع ہوتے ہیں اور اس بات کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ ہم اکٹھے ہیں اور ایک ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ایک ہونے کے لئے یہ باتیں پائی جانی چاہئیں اگر یہ نہیں پائی جاتیں تو تم اکٹھے نہیں اور نہ ایک ہو تمہارا اکٹھا ہونا منافقت ہے۔ وہ لوگ جو اپنے دلوں میں ایک دوسرے کے متعلق بغض رکھتے اور ساری جماعت پر اتہام لگاتے ہیں وہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ جماعت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے میں یہ برداشت کر ہی نہیں سکتا کہ کوئی جماعت پر الزام لگائے۔ میری عادت نہیں کہ مجلس میں کسی فرد کو مخاطب کر کے غصہ کا اظہار کروں مگر جب کوئی جماعت پر الزام لگاتا ہے تو پھر میں برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ ایک الٰہی سلسلہ ہو اور اس کے اکثر افراد گندے ہوں۔ اگر اکثر افراد گندے ہیں تو وہ سلسلہ جھوٹا ہے اور اس طرح خدا تعالیٰ پر اعتراض پڑتا ہے کہ اس نے ایک گندے شخص کو اپنے سلسلہ کی باگ سپرد کر دی اور یہ الحمدللہ کے بالکل خلاف بات ہے۔ پس جمعہ کے خطبہ میں یہی بتایا گیا ہے کہ تم خود یہ مظاہرہ کرتے ہو کہ ہم ایک ہیں مگر کیا تمہارے دل بھی یہ گواہی دیتے ہیں کہ تم ایک ہو۔ اگر تم ایک دوسرے کی عیب چینی کرتے ہو۔ اگر جماعت کے لوگوں کو گندا سمجھتے ہو تو پھر تم اکٹھے بیٹھنے سے ایک نہیں ہو سکتے۔ کیا اگر میں اور مولوی ثناء اللہ صاحب ایک جگہ اکٹھے بیٹھے ہوں تو ایک ہو جائیں گے۔ ایک ہونے کے لئے دلوں کا اتحاد ضروری ہے۔

پس رسول کریم ﷺ نے یہ خطبہ بتایا ہے جس میں ایک آیت بھی لی ہے اور بتایا ہے کہ ظاہری اجتماع کے ساتھ دل بھی اکٹھے ہونے چاہئیں۔ دوسروں کی عیب چینی چھوڑ دینی چاہئے۔ دوسروں پر اتکال چھوڑ دینا چاہئے۔ اس طرح بھی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں جب کوئی شخص سمجھتا ہے کہ فلاں نے میرا کام کرنا تھا اور جب وہ نہیں کرتا تو ناراض ہو جاتا ہے۔ اگر وہ یہ سمجھتا کہ خدا تعالیٰ نے ہی میرا کام کرنا ہے تو کسی کے متعلق اسے ناراضگی نہ پیدا ہوتی۔ عام طور پر لڑائی دو طرح سے ہی ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ فلاں میں یہ عیب ہے دوسرے اس طرح کہ فلاں نے

میری مدد نہیں کی- اس خطبہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تم یہ سمجھو کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور وہی عیبوں سے پاک ہے اور وہی انسان کو امداد دے سکتا ہے تو پھر لڑائی جھگڑے نہ ہوں-

غرض یہ خطبہ جو نہایت وسیع مطالب اپنے اندر رکھتا ہے ان کو مد نظر رکھنا چاہئے- میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری جماعت کے لوگوں کو توفیق عطا کرے کہ ان کے دل ایک ہوں- ان کا ظاہری اجتماع کا مظاہرہ نفاق کی حرکت نہ ہو بلکہ حقیقت میں وہ ایسی رسّی میں بندھے ہوئے ہوں جسے کاٹنے کی کسی بڑے سے بڑے اور شریر سے شریر دشمن کو بھی طاقت نہ ہو-

(الفضل ۲۷/ جنوری ۱۹۲۸ء)

[1] لوقا باب ۶ آیت ۴۱ بائیبل سوسائٹی انارکلی لاہور مطبوعہ ۱۹۹۴ء

[2] سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۲۰۴ تا ۲۰۶ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء